رئیس احمد جعفری

تأثرات

تشکیلِ فقہ جدید

دنیا میں کے مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ایک دین دیا، اور دین میں بھی جہاں تک ممکن ہو سکا "جمہوری" اصولوں کو برقرار رکھا۔

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس میں مذہبی اجارہ داری یعنی Priesthood نہیں ہے۔

دوسرے مذاہب اپنے دینی اصولوں کو جامد رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی لچک نہیں۔ لیکن اسلام نے اجتہاد کا دروازہ کھول کر جمود ختم کر دیا ہے، اور لچک پیدا کر دی ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ اجماع کو ایک بنیادی اساس کی حیثیت اسلام ہی میں حاصل ہے۔ اجماع کی نوعیت و کیفیت کے بارے میں، اور اس کے انعقاد کے شروط و قواعد کے بارے میں اکابرِ امت کے مابین کتنے ہی اختلافات ہوں، لیکن نفسِ اجماع سے اور اس کے جواز سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ اجماع کا مطلب ہے، وہ لوگ جو دینی بصیرت اور فہم و فراست رکھتے ہیں اگر کسی مسئلے پر متفق ہو جائیں تو وہ تسلیم کر لیا جائے گا۔ یہ "جمہوریت" دین کے معاملات میں دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دی ہے۔ یہ جرأت صرف اسلام نے کی ہے اس لیے کہ وہ اندھی تقلید اور جامد پیروی کو ننگ قرار دیتا ہے۔ اس نے اپنی دعوت تمام تر تعقل اور تفکر پر رکھی ہے۔ وہ اپنی دعوت صرف اس لیے نہیں منوانا چاہتا کہ یہ وحی الٰہی ہے اسے بے چون و چرا تسلیم کرو۔ اور "ہر کہ شک آرد کافر گردد" جس نے اسے ماننے سے انکار کیا وہ جہنم کا نوالہ بنا۔ وہ تواتر اور تسلسل کے ساتھ اصرار کرتا ہے کہ اس کی دعوت پر غور کیا جائے۔ اسے پرکھا جائے، اور جب دل مطمئن ہو جائے تب اسے قبول کیا جائے "لکم دینکم ولی دین" اور "لا اکراہ فی الدین" کا فلسفہ یہی ہے۔

اجتہاد کی اجازت دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ قیامت تک بند نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نصوص محدود اور مقصور ہیں۔ مسائل حدِ شمار سے خارج نصوص میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن نت نئے مسائل ہر روز پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان مسائل کا تصفیہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا جائے، اور اجتہاد سے کام لیا جائے۔

کوئی ذی فہم بھی اسے باور کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا کہ ائمۂ مجتہدین کے بعد مسائل پیدا ہونا بند ہو گئے۔ وہ اب بھی پیدا ہوتے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر ان کا حل کیا ہے؟ انھیں کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟ وہ کون سی صورت ہے کہ دین کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور پیش آمدہ مسائل میں امت کو "عسر" کے بجائے "یسر" (سہولت) حاصل ہو، جو ہمارے دین کی بنیاد ہے۔ جس کے بارے میں خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے "الدین یسر" اگر واقعی ہمارا دین "یسر" ہے تو ہم اجتہاد سے دست کش نہیں ہو سکتے۔ ہمیں قیامت تک خدا کی دی ہوئی اس رعایت و سہولت سے مستفید ہونا چاہیے۔

البتہ جو بات پہلے کبھی نہیں ہوئی اب بھی نہیں ہونی چاہیے۔

یعنی اجتہاد اندھا دھند نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اصول دین سے متصادم نہیں ہونا چاہیے اسے روح دین کا ترجمان ہونا چاہیے، اور ظاہر ہے کہ یہ اہم ذمہ داری صرف وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو ایک طرف تو عربی زبان پر پورا عبور اور دسترس رکھتا ہو، دوسری طرف "ام الالسنہ" سے متعلقہ علوم و فنون پر ماہرانہ عبور رکھتا ہو، تاریخ اسلام سے واقف ہو، تفسیر و حدیث اور مفاہیم قرآن پر پوری بصیرت کے ساتھ دستگاہ کامل رکھتا ہو۔ اسی کا اجتہاد اہل علم و دانش کے حلقے میں قابل غور ہو سکتا ہے۔ ورنہ ادھر ادھر سے کچھ "مستشرقانہ" معلومات حاصل کر کے خود ساختہ طور پر مجتہد بن جانا تو مفاسد کا پیش خیمہ ہو گا۔ چنانچہ ہم جب اجتہاد پر زور دیتے ہیں اور اس کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو ہمارا مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہ کام ان

اصحاب کی مجلس دانش کرے جس کے افراد ہر اعتبار سے اس کے اہل اور سزاوار ہوں۔

زمانہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔

گزشتہ نصف صدی کے اندر جو حیرت انگیز ترقیاں سائنس نے کی ہیں وہ صرف ایک "عجوبہ" نہیں ہیں۔ انھوں نے زبردست اثر ہماری روزمرہ کی زندگی اور ہر روز کے معمولات پر ڈالا ہے۔ بہت سے نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں: جن سے ہمیں عہدہ برآ ہونا ہے۔ اور اگر ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو ہمیں دو باتوں میں ایک بات تسلیم کرنا پڑے گی۔

یا ہم احکام اسلامی کو اہمیت نہیں دیتے۔ احکام کچھ ہوں عمل ہم وہی کریں گے جس میں ہمیں سہولت ہو۔

یا ہم آنکھیں بند کر لیں۔ اور اس کی پروا بالکل نہ کریں کہ دنیا کہاں تھی؟ اور کہاں جا رہی ہے۔ ہم ایک بند کمرے میں بیٹھ جائیں اور اس کی ذرا پروا نہ کریں کہ —"پیادہ می روم و ہمرہاں سوار انند"

بالکل یہی صورت، اقتصادی اور معاشرتی مسائل و معاملات کی ہے۔ اقتصادیات نے بھی گزشتہ پون صدی میں غیر معمولی ترقی کر لی ہے۔ آج کی اقتصادیات کسی ایک شہر، یا ایک ملک کی اقتصادیات نہیں ہے ساری دنیا کی ہے۔ ہم اگر دنیا کے باشندے ہیں، اور مسلمان رہنے پر مصر ہیں تو اس اقتصادیات کو ہمیں اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ ورنہ اسلام سے بے قید ہو کر جس اقتصادیات کو ہم اپنائیں گے وہ ہمارے دعوائے اسلام پر خندہ زن ہوگی۔

غرض سائنس اور اقتصادیات کے پیدا کردہ مسائل کو فقہی مسائل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ تشکیل فقہ جدید کا فریضہ انجام دیا جائے۔

یہ کام کسی ایک فرد کا نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک بورڈ بننا چاہیے جو صرف پاکستان کے علمائے اجل پر مشتمل نہ ہو بلکہ عالم اسلام کے علمائے اجل پر مشتمل ہو۔ سعودی عرب، مصر،

شام، عراق، ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے چیدہ چیدہ علمار اس کام پر مامور ہوں۔ اور پوری یک سوئی کے ساتھ اسے انجام و اختتام تک پہنچا دیں۔ یہ حکومت کا اور پاکستانی قوم کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔

دنیا کے اسلامی ممالک میں پاکستان کو یہ فخر اور سعادت حاصل ہے کہ اس کی تشکیل و تخلیق اور تاسیس تمام تر رہینِ منت ہے اسلام کی۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے لہٰذا اس بابِ خاص میں اولیت اور اقدام کا سہرا پاکستان ہی کے سر بندھنا چاہیے۔ بلاشبہ دوسرے اسلامی ممالک اس کارِ اہم کے سرانجام دینے میں پاکستان سے تعاون کریں گے۔ اور اس تعاون کا یقیناً حسبِ دل خواہ نتیجہ ظاہر ہو گا۔